''الروض الأنف'' از امام عبدالرحمٰن السہیلی: خصوصیات، اسلوب اور مصادر

محمد ریاض محمود☆/ محمد شہباز منج☆☆

Abstract:

"Imam Abdul Rehman Al-Sohaili's book "Al-Rauz ul-Onaf" is an important and valuable document and educational extract on the Holy Prophet's life. It is a fine explanation and interpretation of "Seerat Ibne Hashaam". This book has converted the difficult terms into very easy day to day words and phrases and has explained and elaborated the educational points relating to Quran and Hadith. It has completed and nourished the issues and notions which were needed to be explained and it has summarised beautifully the long debates. The writer, a great lover of the Holy Prophet (PBUH), has created this great gift with the help of one hundred and twenty books from different writers. This research article is a critical evaluation on the qualities, important extracts, debates, techniques and resources of "Al-Rauz ul-Onaf"."

ابن ہشام کی کتاب ''السیرۃ النبویہ'' رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مطہّرہ سے متعلّق ایک اہم علمی، تاریخی، تمدنی، فقہی اور دعوتی ذخیرہ ہے۔اس کتاب کی اہمیت ومقبولیت کے پیش نظر اس کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں۔ چند شروح اور ان کے مؤلفین کا تذکرہ ذیل میں درج ہے:

۱۔ **تنبیہات ابن الوقشی -قاضی ابو الولیدھشام بن احمد وقشی(م۴۸۹ھ)**

۲۔ **الروض الأنف -ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد السہیلی الاندلسی (م۵۸۱ھ)**

۳۔ **الاملا ء علیٰ سیرۃ ابن ھشام. ابوذرمصعب بن محمد بن مسعود خشنی(م۶۰۶ھ)**

☆ لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گرایجویٹ کالج، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

۴۔ کشف اللثام فی شرح سیرة ابن هشام. علامه بدرالدین محمودبن احمدعینی(م۸۵۵ھ)

۵۔ المیره فی حل مشکل السیرة. یوسف بن عبدالهادی صالحی(م۹۰۹ھ)(۱)

ان میں سے زیادہ مقبولیت کا شرف ''الروض الأنف'' کو حاصل ہوا۔ یہ کتاب سیرت ایسے پرسعادت موضوع پر گراں قدر معلومات اور نادر افادات کا خزانہ ہے۔ یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علامہ سہیلی محدث بھی تھے فقیہہ، لغوی، نحوی، ماہر انساب اور مؤرخ بھی تھے ان کی شرح میں ان سب حیثیتوں کی جھلک صاف محسوس ہوتی ہے۔ ان علمی خوبیوں کی وجہ سے ابن ہشام کی وہ شرح جو علامہ سہیلی نے الروض الأنف کے نام سے لکھی وہ بہت جلد مقبول ہوگئی اور دنیائے اسلام کے ہر علاقے میں مقبول اور متداول رہی۔ بہت سے لوگوں نے اس کی شرحیں بھی لکھیں اور اس پر حواشی لکھے۔ بعض لوگوں نے اس کی تلخیص کی، بعد میں آنے والے تقریباً ہر سیرت نگار نے اس سے استفادہ کیا۔''(۲)

امام سہیلی کا تعارف اور علمی مرتبہ

ابوالقاسم، ابوزید اور ابوالحسن تینوں آپ کی کنیتیں ہیں جبکہ نام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سعدون (۵۸۱۔۵۰۸ھ) ہے۔ آپ اندلس کے بہت بڑے عالم اور باکمال حافظ حدیث تھے۔ آپ کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ مختلف علوم وفنون میں معاصرین پر سبقت رکھتے تھے۔ تفسیر اور فن حدیث کے عالم، رجال کے ماہر، علم کلام اور اصول فقہ سے باخبر، تاریخ قدیم اور تاریخ جدید کے حافظ، معاملہ فہم اور عقلمند تھے۔ نئے نئے قواعد اختراع اور عجیب وغریب مسائل استنباط کرتے تھے۔ آپ مختلف المذاہب لوگوں کے قاضی رہے اور وہ سب آپ کی سیرت وکردار سے خوش تھے۔(۳)

مؤلفات

نابینا ہونے کے باوجود آپ نے بہت سی عمدہ کتب تالیف کی ہیں۔ جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الروض الأنف

۲۔ تفسیر سورة یوسف

۳۔ التعریف والاعلام فی ماابهم فی القرآن من الاسماء والاعلام

۴۔ الایضاح والتبیین لماابهم من تفسیر الکتاب المبین

۵۔ نتائج الفکر(۴)

۶۔ کتاب الفرائض وشرح آیات الوصیة

۷۔ الامالی

۸۔ مسألة السرفی عورالدجال

۹۔ مسألة الرؤية النبیﷺ فی المنام(۵)

''الروض الأنف'' کی امتیازی خصوصیات اور اس کے اہم مباحث

''الروض الأنف'' بیش قیمت معلومات اور نادر افادات کا خزانہ ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳۲ھ میں مطبع جمالیہ مصر سے دو حصوں میں شائع ہوئی۔ دوسرا ایڈیشن عبدالرحمٰن وکیل کی تحقیق وتعلیق سے دار الکتب الحدیثہ قاہرہ سے تین حصوں میں (۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۰ء) شائع ہوا۔ ایک تیسرا ایڈیشن طٰہٰ عبدالرؤف سعد کی کوششوں سے ۱۹۷۳ء میں مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ سے چار حصوں میں سیرت ابن ہشام کے ساتھ شائع ہوا۔ مؤلف نے اپنی اس ہر دلعزیز کتاب میں مختلف مباحث بیان کئے ہیں جن کی وضاحت اس نے کتاب کے مقدمہ میں کر دی ہے۔ مقدمہ کے چند نکات مندرجہ ذیل ہیں:

خالق کائنات کی تعریف

مقدمہ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے کیا گیا ہے، مؤلف کی لِلّٰہیت اور اللہ تعالیٰ سے گہری جذباتی وابستگی کا اظہار ان کے ان الفاظ سے ہوتا ہے:

> '' اللہ رب العزت کی حمد وتعریف ہر اہم کام سے مقدم ہے۔ اس ہستی پاک کا ذکر مبارک اس بات کا مستحق ہے کہ وہ دل اور قلب سے جدا نہ ہو۔ اس کی بارگاہ ناز میں عاجزی اور التجا کرنے سے قبل ہی باجمال عطیات ملنے پر اسی کی ستائش ہے۔ جیسے کہ ہم نے آغاز اسی سے کیا ہے۔ اسی ذاتِ والا کے لیے ایسی تعریف ہے جو ہر روز نیا کام کرنے والا ہے اور شانِ غنا سے متصف ہے جو شب وروز کے گزرنے کے باوجود تازہ رہے، اور بوسیدہ نہ ہو۔ اس ذات باری تعالیٰ کی حمد وتعریف کرنا، اس کی نعمتوں اور عمدہ آزمائشوں پر اس کا شکر ادا کرنا، اس کے احسانات میں سے ایک احسان ہے، اس کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی جودوسخا اور نعمتوں کی کوئی حد نہیں، اس کے جلال کی کوئی انتہا نہیں، اس کے اسماء کا کوئی شمار نہیں۔''(۶)

خلیفہ ابویعقوب یوسف بن عبدالمؤمن کی تعریف

مؤلف نے خلیفۂ وقت سے اپنے خصوصی تعلّق کو تعریف وستائش کے ان الفاظ سے واضح کیا ہے:

> ''تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے ہمیں اہل توحید کے گروہ کے ساتھ ملایا۔ ہمیں اس پختہ امر کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑنے کی توفیق دی۔ ہمیں اس خلافت

کے ایام میں پیدا کیا جس کی برکت کا وعدہ صادقِ امین کی زبان مبارک سے کیا گیا ہے۔اس نے ہمیں خلیفہ امیر المؤمنین بن امیر المؤمنین بن امیر المؤمنین یعنی ابو یعقوب یوسف بن عبد المؤمن کی خلافت میں پیدا کیا ہے۔اس خلافت کے انوار تمام آفاق میں پھیل گئے ہیں۔جس کے ابرِ کرم کے چھینٹوں اور لشکر کی ڈھال نے کفر ونفاق کے شعلوں کو بجھا دیا ہے۔

فی دولةٍ لحظ الزمان شعاعها فارتدمنتکصاً بعینی ارمد

من کان مولدہٗ تقدّم قبلها اوبعدها فکانّہٗ لم یولد

یعنی ہم اس سلطنت میں پیدا ہوئے ،زمانے نے جس کے اجالے کا مشاہدہ کیا،اس نے آشوب چشم والی آنکھ کو واپس لوٹا دیا۔جس کی پیدائش اس خلافت سے پہلے یا بعد میں ہوئی،گویا کہ اس نے جنم ہی نہ لیا۔(۷)

مدحِ رسالت ﷺ

خالقِ کائنات کی حمد وثناء اور خلیفہ وقت کی تعریف کو تمہیداً بیان کرنے کے بعد مؤلف نے رسول اللہ ﷺ کی مدح ونعت کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے،آپ لکھتے ہیں:

''ان تمام نعمتوں پر اس کی ایسی تعریف ہے جو ہر لحہ تازہ بہ تازہ اور پیہم ہو،اسی کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ افضل درود پاک اور عظیم برکات اس ذات کے ساتھ مختص فرمائے، جو اس کی مخلوق سے برگزیدہ ہیں۔اس کے راستے کی طرف جن کی رہنمائی کی گئی ہے، جنہیں شاہراہِ ہدایت پر گامزن کیا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں کی طرف اس شخص کی رہنمائی کرنے والے ہیں جو کامیاب ہوا،یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات والاصفات، جس طرح آپ ﷺ نے ٹیڑھی ملت کو سیدھا فرمایا اور ہدایت سے واضح راستہ عیاں کیا اور اس کے ذریعے بہرے کان، اندھی آنکھیں اور پردے میں لپٹے ہوئے دل کھول دیئے۔پس درود وسلام ہو رسول اللہ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر۔''(۸)

سببِ تالیف

سیرت کے میدان میں ابن اسحاق اور ابن ہشام کی عظیم خدمات کی تشریحات وتوضیحات اس کتاب کی تالیف کے اہم اسباب ہیں۔اس علمی کاوش کے اغراض ومقاصد کی وضاحت مؤلف کے اس بیان سے ہوتی ہے:

''اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لینے کے بعد اور اسی ذات سے استقامت کرنے کے بعد جس کے لیے قدرت اور طاقت ہے، میں نے ان واقعات کی وضاحت کا ارادہ کیا جو حضور ﷺ کی سیرت مطہّرہ کے ضمن میں آئے۔جنہیں تالیف کرنے میں حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق مطلبی سب سے سبقت لے گئے۔جن کی تلخیص حضرت عبد الملک بن

ہشام المعافری المصری النسابہ النحوی نے کی۔ میں ان امور کی شرح لکھوں گا جن کا مجھے علم ہوا، جنہیں سمجھنے کی مجھے توفیق دی گئی۔ مثلاً غریب الفاظ، مشکل اور پیچیدہ اعراب، مشکل کلام، دشوار نسب اور ایسے فقہی مقام کی وضاحت کروں گا جس کی شرح کی ضرورت ہوئی، یا نامکمّل بات کی تکمیل کروں گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی کمزوری کا اعتراف بھی ہے کہ میں انتہا تک پہنچنے سے قاصر ہوں۔ اس انتہا تک پہنچنا مدعا بھی نہیں ہے لیکن یہ بھی مناسب نہیں کہ ادنیٰ کو اعلیٰ پر سبقت لے جانے سے روکا جائے۔ علم کے حصول میں جس کی ہمت رواں ہوئی اسے زیادہ سیر کرنے کی لاٹھی پھینکنا نہیں چاہئے۔ جس طرح کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

افعل الخیر ما استطعت وان　　کان قلیلاً فلن تحیط بکلّہٖ

ومتیٰ تبلغ الکثیرمن الفضل　　اذا کنت تارکاً لاقلّہٖ

یعنی جتنی استطاعت ہے اتنی ہی بھلائی کرلو۔ اگرچہ قلیل ہی ہو۔ تم تمام بھلائی کا احاطہ نہیں کرسکتے۔ تم زیادہ فضل تک کیسے پہنچ سکتے ہو جب تم اس کی قلیل مقدار کو ترک کرنے والے ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس توفیق کا سوال کرتے ہیں جو اسے راضی کردے، ہم اس شکر کی التجا کرتے ہیں جو مزید فضل کو لے آئے اور زیادہ فضل وکرم کا تقاضا کرے۔''(۹)

''الروض الأنف'' کی پختگی کے اسباب

مقدمہ کا حسن مؤلف کا محبّت بھرا وہ بیان ہے جس سے اس کی علمی وفنی محنت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اس کاوش نے مذکورہ تالیف کو شہرت دوام کی منزل سے ہمکنار کردیا۔ مؤلف کے الفاظ اور ان میں موجود علمی وجذباتی گہرائی ملاحظہ ہو:

''جب میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تو مجھے گمان ہوا کہ مقصد کا حصول آسان ہے، میں آہستہ پا چلنے لگا۔ میں ٹوٹی پھوٹی ہمت کے ساتھ اٹھا۔ میں نے کہا، میں اس گھاٹ پر کیسے اتروں جس پر مجھ سے پہلے کوئی نہیں آیا۔ میں تجھ سے اس راستے کا سوال کیسے کروں جسے مجھ سے قبل کسی پیادہ یا سوار نے نہیں روندھا، اسی اثناء میں کہ میں حیران شخص کی مانند متردّد تھا، مجھے یہ خیال آیا کہ عنقریب یہ کتاب امام ابویعقوب یوسف بن عبدالمؤمن کی عظیم اور برتر خلافت میں پیش کی جائے گی۔ خلافت اسے قبولیت کی نگاہ سے دیکھے گی۔ عنقریب اسے مبارک خزانہ (اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت اور نگہبانی سے طویل عمر بخشے اور امیر المؤمنین کی اپنی نصرت کے ساتھ تائید فرمائے) اس کی عمدہ اشیاء کو لڑی میں اسے پرولے گا۔ اس خلافت کی عظمت کے مطالع میں انہی انوار کے ساتھ یہ مکمّل ہوگی۔ تو اس وقت میں نے اشہب کوشش کی پیٹھ پر سواری کی، اس وقت میں نے عزم کی کمان کو حرکت دی۔ میں نے حافظہ کی اونٹنیوں کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے

غور وفکر کے چشموں کو صاف کیا۔ میں نے مشکیزہ کی تری کو نچوڑا۔ الحمدللہ! میں نے دروازہ کھلا ہوا پایا۔ میں اپنے رب کے نرم کیے ہوئے راستوں پر چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ کے احسان سے ان کے چشموں نے میرے لیے عجیب وغریب معانی جاری کئے۔ ان کے ہراول و آخر نے میرے لیے لطیف فوائد بہادیئے۔ کلمات کی دوشیزائیں میرے قریب ہونے لگیں کہ میں ان میں سے کس سے آغاز کرتا ہوں۔ میں نے اختصار کے پیش نظر ان سے اعراض کیا۔ میں نے ان میں سے اکثر کے سینوں میں طوالت اور اکتاہٹ کا خوف ڈال دیا۔ پھر بھی اس تصنیف سے علوم، آداب، اسماء الرجال، انساب، باطن کے خالص نکات، نحو کی تعلیل، اعراب کی درستگی جیسے فوائد حاصل ہوں گے جو ایک سو بیس سے زائد کتب سے نکالے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض میرے سینے کی پیداوار ہیں۔ انہیں میرے غور وفکر نے خوشبو میں بسایا ہے۔ میرے غور وخوض نے ان کی نگرانی کی ہے۔ میں نے اپنے استاد محترم سے ایسے علمی نکات حاصل کئے جو مجھ سے قبل کسی نے حاصل نہیں کئے۔ نہ ہی ان کے لیے لوگ جمع ہوئے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس امر کی برکت سے ہوا جو طالبین کے دلوں کو حیاتِ نو بخشنے والا، ہدایت طلب کرنے والوں کی ہمتوں کو جگانے والا اور غافلین کے دلوں کو تحریک دے کر دین کی علامات سے آگاہی بخشنے والا ہے۔ اس کے ساتھ میں نے فضول اشیاء کا تذکرہ بہت کم کیا ہے۔ فصول کی اطراف کی کانٹ چھانٹ کی ہے۔ میں نے بات سے بات نکالنے کی بھی پیروی نہیں کی۔ بات سے بات نکلتی ہی رہتی ہے۔ کلام کے گھوڑے نے اس انتہا کی طرف سرکشی نہیں کی جس کا میں نے ارادہ نہیں کیا۔ مگر عجیب وغریب باتوں نے میرے لیے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اس طرح یہ کتاب حجم کے اعتبار سے تمام کتابوں سے مختصر ہے مگر یہ ایسا جام ہے جو علم سے لبریز ہے۔"(۱۰)

مدتِ تدوین

امام سہیلی نے اس کتاب کا آغاز محرم الحرام ۵۶۹ھ میں کیا اور اسی سال جمادی الاول میں یہ مکمّل ہوگئی۔ یعنی یہ پانچ ماہ کی علمی وتحقیقی کاوش کا نتیجہ ہے۔(۱۱)

"الروض الأنف" کا اسلوب ومنہج

کتب سیرت اور ان کی شروح میں "الروض الأنف" کا مقام رسول اللہ سے محبّت وعقیدت میں ہی نہیں بلکہ طرز بیان اور اسلوب کے میدان میں بھی منفرد و یکتا ہے۔ امام سہیلی نے سیرت ابن ہشام میں موجود قصائد کے مشکل الفاظ کی شرح کی۔ جہاں جہاں مشکل الفاظ آئے ان کو بیان کیا۔ جہاں جہاں ابن ہشام کسی خاص نکتہ پر توجہ دیتے ہیں اس نکتے کی طرف توجہ دلائی۔ جہاں انہوں نے ضرورت محسوس

کی کہ ابن ہشام کے بیان کو مزید واضح کرنے اور مزید مدلل بنانے کی ضرورت ہے وہاں حسب ضرورت اس میں اضافہ کردیا۔ جہاں کوئی بات ابن ہشام کے ہاں نامکمّل نظر آئی اس کی تکمیل کردی۔ خاص طور پر ایک چیز جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی واقعہ سے کوئی اہم نکتہ نکلتا ہے یا کوئی سبق ملتا ہے تو اس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کو ہم آج کل کی اصطلاح میں ''فقہ السیرۃ'' کہہ سکتے ہیں۔ اس موضوع پر سب سے پہلے جو وقیع اور عالمانہ اشارے ملتے ہیں وہ امام سہیلی کے ہاں ''الروض الاُنف'' میں ملتے ہیں۔ امام سہیلی خود ایک بڑے ادیب اور نحوی تھے۔ اس لیے انہوں نے نحوی قواعد وضوابط پر بھی بات کی ہے۔ جس قصیدے کے کسی شعر سے کوئی نحوی اصول نکلتا ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یوں علامہ سہیلی نے ''سیرت ابن ہشام'' کو سمجھنا بہت آسان بنادیا۔ ''الروض الاُنف'' کے اسلوب ومنہج کو مندرجہ ذیل عنوانات اور مثالوں کی مدد سے واضح کیا جاتا ہے:

ا۔ غریب الفاظ کی شرح

امام سہیلی نے سیرت ابن ہشام میں موجود غریب الفاظ کی شرح کی ہے۔ مثلاً لفظ ''الصّلوٰۃ'' کے لغوی معنی پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ''الصلوین'' سے مشتق ہے اور اس کا معنی انعطاف اور مڑنا ہے۔ صلوین ان دو رگوں کو کہتے ہیں جو پشت سے شروع ہو کر رانوں تک جاتی ہیں۔ اہلِ عرب کہتے ہیں کہ صلّی علیہ۔ یعنی وہ اس کی سمت مڑا۔ پھر رحمت وشفقت کو ''صلوٰۃ'' سے تعبیر کرنے لگے۔ رحمت کو ''صلوٰۃ'' اس وقت کہا جاتا ہے جب اس میں انتہائی مبالغہ مقصود ہو۔ (۱۲)

۲۔ مشکل کلام کی وضاحت

مؤلف نے جس کلام کو مشکل خیال کیا، اس کی وضاحت بھی کی ہے۔ مثلاً لفظ ''حَنَا'' کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ یہ لفظ ایک دوسری روایت میں ''جَنَاء'' وارد ہوا ہے۔ جناء انحراف کو کہتے ہیں۔ عوف بن محکم کہتا ہے:

بدّلتنی بالشّطاط الحنا وکنت الصعدۃ تحت السّنان

یعنی تو نے مجھے سیدھے قد سے ٹیڑھا کردیا ہے حالانکہ میں پہلے نیزے کے پھل کے نیچے مضبوط تیر کی طرح تھا۔ (۱۳)

۳۔ وضاحتِ نسب اور اس علم کی دشواریوں کا ازالہ

مؤلف نے جہاں ضروری سمجھا وہاں نسب کی وضاحت کی ہے۔ مثلاً کتاب کی ابتداء میں حضور ﷺ کے نسب کی مکمّل تفصیل دی ہے۔ یاد رہے کہ سیرت ابن ہشام میں آپ ﷺ کا نسب حضرت آدمؑ تک بیان کیا گیا ہے۔ امام سہیلی نے اس سارے نسب نامے میں شامل ہر ہر فرد کے نام کے اعراب، تلفّظ اور اس کی تاریخی حیثیت واضح کی ہے۔ (۱۴)

۴۔ فقہی مباحث

مؤلف نے بعض مقامات پر فقہی بحثیں بھی کی ہیں۔ مثلاً ''رجم کے حکم میں یہودیوں کا رجوع'' کے ضمن میں بڑی تفصیلی فقہی بحث کی ہے اور فقہاء کے نقطہ نظر کو بیان کیا ہے۔ نیز قرآن وحدیث سے استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں تورات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ (۱۵)

۵۔ نامکمّل بات کی تکمیل

سیرت ابن ہشام میں سیرت کی معلومات مختصر ہیں۔ امام سہیلی نے بعض جگہ پر بیان کردہ معلومات کی تفصیلات زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش کی ہیں۔ مثلاً غزوۂ احد کے ضمن میں جبلِ احد کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور اسمِ جبلِ احد کی اغراضِ توحید کے ساتھ موافقت کو واضح کرتے ہیں۔ امام سہیلی لکھتے ہیں:

> ''یہ مدینہ منورہ کا ایک مشہور ومعروف پہاڑ ہے، اسے احد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسرے پہاڑوں سے ہٹ کر ایک الگ تھلگ مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ پہاڑ ہم سے محبّت کرتا ہے اور ہم اس سے محبّت کرتے ہیں (ھذا جبل یحبّنا و نحبّہٗ)۔ اس حدیث کے معنی میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ پہاڑ سے مراد پہاڑ والے ہیں اور وہ انصار ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ جب آپ ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ پہاڑ آپ ﷺ کو اس بات کی خوشخبری دیتا کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے قریب آگئے ہیں اور عنقریب ان سے ملاقات کریں گے اور یہ ایک محبّت کا فعل ہے۔ اس اعتبار سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبّت کرتا ہے۔ یعنی اس میں محبّ کا فعل پایا جاتا ہے۔ لیکن بعض علماء نے فرمایا کہ جبلِ احد کی محبّت سے مراد محبّتِ حقیقی ہے اور ایک پہاڑ میں محبّت کا وجود ایسے ہی ہے جیسے حضرت داؤدؑ کے ساتھ تسبیح پڑھنے والے پہاڑوں میں تسبیح کا وجود تھا یا جیسے ان پتھروں میں خشیتِ الٰہی کا وجود ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کئی پتھر ایسے بھی ہیں۔ جو خوفِ الٰہی سے گر پڑتے ہیں نیز آثارِ مسندہ میں ہے کہ قیامت کے دن جبلِ احد جنت کے دروازے کے پاس اندر کی جانب ہوگا اور بعض روایات میں ہے کہ یہ باب جنت کا رکن ہوگا۔ اسے حضرت ابن سلام نے اپنی تصنیف میں ذکر کیا ہے۔'' (۱۶)

۶۔ علمِ صرف کا استعمال

کتاب میں صرفی بحثیں بھی کی گئی ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ کے نسب مبارک میں ایک شخص عبد مناف تھا۔ اس کے تعارف میں امام سہیلی لکھتے ہیں:

> ''ان کا نام مغیرہ تھا۔ یہ صفت ہے اور ھاء مبالغہ کے لیے ہے۔ اس کا معنی ہے دشمن پر

غارت گری کرنے والا یا پھر یہ وہ مغیر ہے جو ''أغار الجبل'' سے مشتق ہے۔اس کا معنی ہے رسی کو خوب مضبوط کر لینا۔جس طرح علامہ اور نسابہ پر ھاء داخل کر دی جاتی ہے اسی طرح مغیرہ کے آخر پر بھی ھاء لگا دی گئی ہے کیونکہ وہ اس سے انتہائی معنی مراد لیتے ہیں اور اس کو ''الطامۃ'' اور ''الداھیۃ'' کے قائم مقام رکھتے ہیں۔اتنا مبالغہ پیدا کرنے کے لیے ھاء مناسب ترین ہے۔اسی وجہ سے جس کلمہ میں یہ ھاء ہو، اس کی جمع مکسر نہیں بنائی جاتی تاکہ مبالغہ پر دلالت کرنے والا تلفّظ ختم نہ ہو جائے۔جس طرح کہ اسم مصغر کی بھی جمع مکسر نہیں بنائی جاتی تاکہ تصغیر کی علامت اور نشانی ختم نہ ہو۔علامہ کی جمع علالیم اور نسابہ کی جمع نساسیب آتی ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ مغیرہ میں ھاء تانیث کے لیے ہو یا لشکر کے وصف یا غارت گری کرنے والے گھوڑوں سے مشتق ہو، جس طرح کے اہلِ عرب 'عسکر' نام رکھ لیتے تھے۔''(۱۷)

۷۔اشعار کی مدد سے وضاحتِ کلام:

مؤلف نے بعض جگہ کلام کی وضاحت کے لیے اشعار کا تذکرہ بھی کیا ہے۔مثلاً لفظ ''عمروٌ'' کی وضاحت کے لیے تنوخی کے اس شعر کو بیان کیا ہے۔

وعمرو هندٍ كانّ الله صوّرهُ　　　عمرو بن هندٍ يسوم النّاس تعنينا

یعنی ہند کی بالی اتنی حسین ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صورت بخشی ہے۔عمرو بن ہند لوگوں کو مشکل سے دوچار کر دیتا تھا۔اس شعر میں پہلے عمرو سے مراد بالی اور دوسرے عمرو سے مراد عرب کا ایک بادشاہ ہے۔(۱۸)

اختلافِ علماء کی خوبصورت وضاحت

کسی خاص مسئلہ میں علماء کے اختلاف کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔مثلاً رسول اللہ ﷺ کے نسب مبارک میں ایک نام عدنان کا ہے۔عدنان کے بعد نسب پاک میں علماء کا اختلاف ہوا ہے، اس کی وضاحت امام سہیلی نے ان الفاظ میں کی ہے:

''عدنان کا نسب بیان کرنے والوں کا باہمی اختلاف ہے۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ میدعہ کے بیٹے تھے۔علامہ قطبی فرماتے ہیں کہ وہ یخشم کے بیٹے تھے۔عدنان کے بعد نسب میں کافی اضطراب ہے۔نبی اکرم ﷺ سے صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ﷺ جب عدنان تک نسب بیان فرما چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگے نسب بیان کرنے والے دروغ گو ہیں۔آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ اسے دہرایا۔اس حدیث میں صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ ہم عدنان تک ہی نسب بیان کرتے ہیں۔اس سے آگے نسب سے ہم آشنا نہیں ہیں۔

وہ صحیح روایت جس میں عدنان کے بعد نسب کا ذکر ہے، اسے الدولابی ابو البشر نے موسیٰ

بن یعقوب کی سند سے عبداللہ بن وہب بن زمعہ الزمعی سے انہوں نے اپنی پھوپھی سے اورانہوں نے حضرت امّ سلمیٰؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ معد بن عدنان بن ادد بن زند بن الیریٰ بن اعراق الثریٰ۔

حضرت امّ سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ زند سے مراد الھمیسع ہے جب کہ یریٰ سے مراد نبت اور اعراق الثریٰ سے حضرت اسماعیل مراد ہیں کیونکہ آپ ﷺ ابراہیمؑ کے لخت جگر ہیں اورحضرت ابراہیمؑ پر بھی آتش نمرود گلزار ہوئی تھی، بالکل اسی طرح آگ تر مٹی کو کچھ نہیں کہتی۔حضرت علامہ دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے علاوہ کسی اورحدیث میں زند کا تذکرہ نہیں ہے۔زند بن الجون سے مراد ابودلامہ شاعر ہے۔''(۱۹)

۹۔علمِ مختلف الحدیث سے استفادہ:

کلام کے مفہوم کے تعیّن میں بعض اوقات معارض احادیث کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں۔امام سہیلی نے معارض احادیث سے پیدا ہونے والی مشکلات کو علمِ مختلف الحدیث کی مدد سے حل کیا ہے۔مثلاً رسول اللہ ﷺ کے نسب پاک میں عدنان نامی شخص کا ذکر آیا ہے۔اس حوالے سے علماء کا اختلاف ہے،اس اختلاف کی ایک اہم وجہ معارض احادیث ہیں۔ایک روایت جوحضرت ابن مسعودؓ کی ہے اس کے مطابق حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہم عدنان تک ہی حضور ﷺ کے نسب سے واقف ہیں۔اس سے آگے نسب سے ہم آگاہ نہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ایک اورروایت جوحضرت امّ سلمیٰؓ سے منقول ہے،کہ حضور ﷺ نے فرمایا''معد بن عدنان بن اددبن زندبن الیریٰ بن اعراق الثریٰ۔''

امام سہیلی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ دونوں احادیث باہم معارض نہیں ہیں۔ابن مسعودؓ اورامّ سلمیٰؓ دونوں کی روایات صحیح ہیں کیونکہ ان میں تاویل کی گنجائش موجود ہے۔کیونکہ حضرت ابراہیمؑ اورعدنان کے مابین مدت میں مؤرخین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔یہ محال ہے کہ ان دوہستیوں کے مابین چار یا سات آباء ہی گزرے ہوں۔جس طرح کہ ابن سعدؒ نے ذکر کیا ہے یا ان کے مابین دس یا بیس اجداد ہوں کیونکہ ان کے مابین مدت کا تقاضا زیادہ اجداد کا ہے۔(۲۰)

۱۰۔القاباتِ نبوی ﷺ کا تذکرہ

مؤلف نے جابجا رسول اللہ ﷺ کے مختلف القابات کا تذکرہ کیا ہے۔یہ بات ان کے حبِّ رسول ﷺ کو ظاہر کرتی ہے۔مثلاً آپ نے لکھا ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ سے بہت سے انبیاء نے ملاقات کی،بعض انبیاء نے آپ ﷺ کو''النبی الصالح''اوربعض نے''الاخ الصالح''پکارکرخوش آمدید کہا۔حضرت آدمؑ اورحضرت ابراہیم نے''الابن الصالح''اور''النبی الصالح''کے دل نواز ناموں سے پکارااورمرحبا کہالیکن حضرت ادریسؑ نے آپ ﷺ کو''الاخ الصالح''کہہ کر پکارا۔(۲۱)

۱۱۔القاباتِ صحابہؓ

حضور ﷺ کے القابات کے علاوہ بعض اصحاب رسول ﷺ کے القابات بھی بیان کئے گئے ہیں۔مثلاً خلافتِ صدیق اکبرؓ کے دلائل بیان کرتے ہوئے آپ کا لقب ''امیر الشاکرین'' بتایا گیا ہے اور پھر مزید اس کی وجوہات بھی زیر بحث لائی گئی ہیں۔(۲۲)

۱۲۔عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں الفاظ کے معانی

مؤلف نے عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔مثلاً بیان کیا ہے کہ ابن شیث کو سریانی میں ''شاث'' اور عبرانی میں ''شیث'' کہتے ہیں۔اس کا معنی ''عطیۃ اللّٰہ'' یعنی نعمت خداوندی ہے۔(۲۳)

۱۳۔ضرب الامثال سے استفادہ

کلام کی وضاحت کے لیے ضرب الامثال سے بخوبی استفادہ کیا گیا ہے جیسا کہ لفظ ''القوس'' کی وضاحت میں کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب بلند و بالا گرجا ہے۔ضرب المثل ہے:

''انافی القوس وانت فی القرقوس متی نجتمع''(۲۴)

(یعنی میں گرجے میں اور تو کشادہ میدان میں، ہم کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔)

۱۴۔اعلام واماکن کی وجہ تسمیہ

اہم شخصیات اور مقامات کی وجہ تسمیہ کی بھی وضاحت اکثر مقامات پر کی گئی ہے۔مثلاً مصر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس شہر کا نام مصر بن النبیط کے نام پر رکھا گیا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ وہ ابن قبط بن النبیط تھا جو کوش بن کنعان کی اولاد میں سے تھا۔(۲۵)

۱۵۔احادیثِ نبویہ ﷺ سے وضاحتِ کلام

مؤلف نے ذخیرہ احادیث سے بھرپور استفادہ کیا اور بعض الفاظ وکلمات کی وضاحت وتشریح کے لیے متن حدیث سے استشہاد کیا۔مثلاً قحطان کے اولاد اسماعیلؑ ہونے کی دلیل کے طور پر اس حدیث نبویہ ﷺ کو بیان کیا گیا ہے:

''ارموا یابنی اسماعیل فانّ اباکم کان رامیاً''

(یعنی اے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد! تیر اندازی کرو، تمہارے والد بھی تیر انداز تھے۔)

آپ ﷺ کا یہ فرمان اسلم بن افصی کی قوم کے لیے ہے جب کہ اسلم خزاعہ کا بھائی تھا۔یہ تمام حارث بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور یہ تمام سباء بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد میں سے ہیں۔(۲۶)

۱۶۔اقوال صحابہؓ سے وضاحتِ کلام

بعض مقامات پر اصحابِ رسول ﷺ کے اقوال سے بھی کلام کی وضاحت کی گئی ہے۔ جیسا کہ قحطان اور عرب العاربہ کے تذکرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے اس فرمان سے مدد لی گئی ہے:

''ھی امکم یابنی ماء السّماء''(۲۷)

(یعنی اے ماءالسماء کے بیٹو! وہ تمہاری ماں ہے۔)

۱۷۔محاورۂ عرب کی مدد سے وضاحتِ کلام

مشکل کلام کی وضاحت میں محاورۂ عرب سے بھی مدد لی گئی ہے۔ جیسا کہ انصار کے نسب کے تذکرہ میں سباء اور سیل العرم کی وضاحت اہل عرب کے اس قول سے کی گئی ہے:

''تفرّقوا ایدی سباء و ایادی سبا''(۲۸)

۱۸۔دلائل کی مضبوطی کے لیے ایک سے زائد کتب وروایات سے استشہاد

مؤلف نے اپنی کتاب میں اپنی دلیل کو مضبوط تر بنانے کے لیے حوالہ جات و اسناد کا بھرپور التزام کیا ہے۔ مثلاً حضور ﷺ کے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک پر حاضری کے واقعہ کو امام قرطبی کی کتاب ''تذکرہ''، ابوبکر الخطیب کی کتاب ''السابق اللاحق'' اور ابوحفص عمر بن شاہین کی کتاب ''ناسخ ومنسوخ'' کے حوالہ جات سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ حج ادا فرمایا۔ جب آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور سے گزرے تو آپ انتہائی غمگین، گریہ بار اور پریشان تھے۔ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی پھر آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے تشریف لائے اور فرمایا، اے حمیراء! تم ادھر ہی ٹھہرو۔ میں اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ کہیں تشریف لے گئے۔ کافی دیر بعد آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ انتہائی مسرور اور تبسّم کناں تھے۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ ﷺ پر قربان۔ جب آپ ﷺ یہاں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ انتہائی غمگین اور ملول تھے۔ آپ ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگی۔ جب آپ ﷺ وہاں سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ انتہائی شاداں وفرحاں تھے۔ یارسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر گیا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ وہ انہیں زندہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا، وہ مجھ پر ایمان لائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض فرمالیا۔

اس روایت کو کسی ایک کتاب کے حوالے سے بھی بیان کیا جاسکتا تھا لیکن چونکہ یہ واقعہ اپنے نتائج کے اعتبار سے بڑا حساس اور مسلمانوں میں متنازعہ رہا ہے، اس لیے مؤلف نے کسی ایک کتاب کے حوالے پر اکتفا کرنے کے بجائے مختلف کتب کے حوالے بیان کئے ہیں۔ یہ اسلوب مؤلف کے طرز تحریر کا ایک اہم خاصہ ہے۔(۲۹)

۱۹۔اعلانِ نبوت سے قبل کے واقعات کا تفصیلی بیان

مؤلف نے اعلان نبوت سے پہلے کے حالات وواقعات کو بھی بڑی تحقیق وجستجو کے بعد بیان کیا ہے۔مثلاً جنگ فجار کے ضمن میں لفظ فجار پر تفصیلی بحث کی ہے۔اہل عرب کی ایسی تین جنگیں بیان کی ہیں جو فجار کے نام سے موسوم ہیں۔(۳۰)

۲۰۔تفسیر قرآن سے وضاحتِ کلام

مؤلف نے وضاحتِ کلام کے لیے قرآن مجید کی تفسیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔مثلاً منافقین کا ذکر کرتے ہوئے مختلف آیات کے حوالے دیئے ہیں اوران کی تفسیر میں معروف مفسّرین امام ترمذیؒ، الکشیؒ اور الطبریؒ کے حوالے دیئے ہیں۔(۳۱)

۲۱۔مؤرخین کی آراء پر نقد وتبصرہ

امام سہیلی روایات کے نقال ہی نہیں بلکہ جہاں ضروری سمجھتے ہیں، وہاں اقوال وروایات پر نقد و تبصرہ بھی کرتے ہیں۔مثلاً سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ میں حضرت ابن اسحاق نے ان پانچ آدمیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے قتل کیا اوران کے نام بھی بیان کئے ہیں۔ابن عقبہ نے ان میں حضرت اسد بن حرام کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ابن عقبہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص معروف نہیں جس نے حضرت اسد کا بھی ذکر کیا ہو۔(۳۲)

’’الروض الأنف‘‘ کے مصادر اوران کی علمی وتاریخی حیثیت

مؤلف نے تحقیق وجستجو کے میدان میں اول درجہ کے مصادر ومنابع پر انحصار کیا ہے جیسا کہ انہوں نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ کتاب ہذا کی تدوین کے لیے ایک سوبیس مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔(۳۳)مؤلف نے تفسیر، حدیث، سیرت، تاریخ، فقہ، تصوّف، لغت، نحو، نسب اور علم کلام کے ان مصادر سے استفادہ کیا ہے جنہیں سیرت نگاران میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔خصوصاً علامہ سہیلی کا امت مسلمہ پر ایک عظیم احسان یہ ہے کہ انہوں نے ایسے نادر مصادر اور علمی ذخائر کو محفوظ کرلیا ہے جنہیں حاصل کرنا دورِ جدید میں ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر ’’الروض الأنف‘‘ کے چند اہم مصادر کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

القرآن المجید، ’’الاحکام السلطانیہ‘‘ از الماوردی، ’’کتاب المغازی‘‘ از ابن ابی الدنیا، ’’کتاب المغازی‘‘ از ابواسحاق الزجاج، ’’المسند‘‘ از وکیع بن الجراح، ’’الجامع‘‘ از ابن وہب، ’’کتاب النبات‘‘ از الدینوری، ’’الامالی‘‘ از ابوعلی القالی، ’’فضائل مکہ‘‘ از ازین، ’’کتاب الصحابہ‘‘ از ابوعمر، ’’المؤتلف والمختلف‘‘

ازابن حبیب، ''غریب الحدیث'' ازابوعبیدہ، ''تاریخ الامم والملوک'' المعروف ''تاریخ طبری'' ازامام طبری، ''غریب الحدیث'' ازقاسم بن ثابت، ''انیّ العاطش وانس الواحش'' ازاحمد بن عمار، ''المصنف'' ازامام ابی داؤد، ''المسند'' ازابن ابی شیبہ، ''تفسیر القرآن'' ازبقی بن مخلد، ''کتاب النساء'' ازابوعمر، ''کتاب البستان'' ازعلی القیر وانی، ''المسند'' ازالبراز، ''التذکرۃ'' از امام قرطبی، ''السابق اللاحق'' از ابوبکرالخطیب، ''الناسخ والمنسوخ'' ازابوحفص عمر بن شاہین، ''السیر'' از امام زہری، ''المعارف'' ازابن قتیبہ، ''المصنف'' ازامام ترمذی، ''الکامل'' ازالمبرد، ''السنن'' از امام ترمذی، ''الجامع'' ازمعمر بن راشد اور ''کتاب الاموال'' از ابوعبید بن القاسم۔

تمام گزارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ امام عبدالرحمٰن السہیلی الاندلسی کی کتاب ''الروض الأنف'' حضوراکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر ایک اہم علمی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ''السیرۃ النبویۃ لابن ہشام'' کی شرح ہے۔اسے دیگرشروح میں امتیازی مقام حاصل ہونے کی وجہ اس کے مؤلف کا بیک وقت مختلف علوم وفنون کا ماہر ہونا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کتاب نے مشکل الفاظ کو سمجھنا آسان کر دیا،نسب سے متعلق پیچیدگیوں کی گتھیوں کو سلجھایا، فقہی آراء اوران میں موجود اختلافات کو واضح کیا، اسماء کی وجہِ تسمیہ بیان کی، رجال واماکن کا تعارف کرایا، قرآنی آیات سے واقعاتِ سیرت کی تشریح کی، صرفی ونحوی مباحث کے ذریعے ادبیت کے ذوق وشوق کو اجاگر کیا، احادیث کی صحت یاضعف کی طرف اشارہ کیا، حدیث کے رُواۃ اوراسناد کی تحقیق کی، علم مختلف الحدیث کے مسائل کو حل کیا، تفسیر سے متعلق اہم علمی نکات کی وضاحت کی، نامکمل بات کو مکمل کیا اورسب سے اہم بات یہ کہ ایسے مصادر علمی سے استفادہ کیا جو آج بہت نایاب اورکافی حد تک عدم دستیاب ہیں، یوں یہ کتاب امت مسلمہ کے لیے گراں قدر سرمایہ ہے کہ اس نے آئندہ نسلوں کے لیے اہم ترین اورنایاب علمی مصادر کو محفوظ کرلیا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ اصلاحی، محمد اجمل، ابن ہشام اورسیرت ابن ہشام، مقالہ مشمولہ نقوش رسول نمبر، ج۱،ص۴۸۵۔۴۸۴، شمارہ نمبر۱۳۰، ادارہ فروغ اردو، لاہور،۱۹۸۲ء

۲۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، ص۲۸۸۔۲۸۷، الفیصل، لاہور، ۲۰۰۷ء

۳۔ الذھبی، ابوعبداللہ شمس الدین بن محمد (م۷۴۸ھ)، تذکرۃ الحفاظ، ج۴،ص ۱۳۴۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان،۱۳۳۴ھ

۴۔ خیرالدین الزرکلی (م۵۸۱ھ)، الاعلام، ج۳،ص۳۱۳، دارالعلم للملایین، بیروت،۱۹۸۶ء

۵۔ السہیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن (م۵۸۱ھ)، الروض الأنف، ج۱،ص۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

۶۔ السہیلی ،الروض الأنف،مقدمۃ المؤلف، ج ا،ص ۱۵
۷۔ السہیلی ،م ۔ن،مقدمۃ المؤلف، ج ا،ص ۱۶۔۱۵
۸۔ السہیلی ،م ۔ن،مقدمۃ المؤلف، ج ا،ص ۱۶
۹۔ السہیلی ،م ۔ن،مقدمۃ المؤلف، ج ا،ص ۱۷۔۱۶
۱۰۔ السہیلی ،م ۔ن،مقدمۃ المؤلف، ج ا،ص ۱۸۔۱۷
۱۱۔ السہیلی ،م ۔ن،مقدمۃ المؤلف، ج ا،ص ۱۸
۱۲۔ السہیلی ،م ۔ن، ج ۲،ص ۴۔۳
۱۳۔ ایضاً، ج ۲،ص ۴۲۳
۱۴۔ ایضاً، ج ا،ص ۳۷۔۲۳
۱۵۔ ایضاً، ج ۲،ص ۴۳۱۔۴۲۳
۱۶۔ ایضاً، ج ۳،ص ۲۴۴۳۔۲۴۰
۱۷۔ ایضاً، ج ا،ص ۲۵۔۲۴
۱۸۔ ایضاً، ج ا،ص ۲۴
۱۹۔ ایضاً، ج ا،ص ۳۲۔۳۱
۲۰۔ ایضاً، ج ا،ص ۳۳۔۳۱
۲۱۔ ایضاً، ج ا،ص ۳۶
۲۲۔ ایضاً، ج ۳،ص ۲۹۸
۲۳۔ ایضاً، ج ا،ص ۳۷
۲۴۔ ایضاً، ج ا،ص ۴۳
۲۵۔ ایضاً، ج ا،ص ۴۴
۲۶۔ ایضاً، ج ا،ص ۴۵
۲۷۔ ایضاً، ج ا،ص ۴۶
۲۸۔ ایضاً، ج ا،ص ۵۰
۲۹۔ ایضاً، ج ا،ص ۲۹۹
۳۰۔ ایضاً، ج ا،ص ۳۱۹
۳۱۔ ایضاً، ج ۲،ص ۳۸۲
۳۲۔ ایضاً، ج ۳،ص ۴۸۱
۳۳۔ السہیلی ،م ۔ن،مقدمۃ المؤلف، ج ا،ص ۱۸۔۱۷